رسالة فی الطواغیت

عصر حاضر کے طواغیت



مصنف: ابوعبد الرحمن سلطان بن بجاد العتیبی الاثری رحمہ اللہ الشہید ان شاء اللہ

مترجم: عبد اللہ مہاجر السلفی حفظہ اللہ



رسالة في الطواغيت

عصر حاضر کے طواغیت



مصنف: ابوعبدالرحمن سلطان بن بجاد العتیبی الاثری رحمہ اللہ الشہید ان شاء اللہ

مترجم: عبد اللہ مہاجر السلفی حفظہ اللہ



اخوانکم فی الاسلام:

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

Website: http://muwahideen.co.nr/
Email: salafi.man@live.com

فہرست

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی صَحبِہٖ ومن السنن بسنتہ واقتفی اثرہ الیٰ یوم الدین اما بعد،

میں نے اس مختصر رسالہ میں زمانے کے بڑے بڑے طواغیت کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے افعال صفات بیان کی ہیں تا کہ امت مسلمہ کے سامنے واضح ہو سکے کہ طواغیت کتنا بڑا خطرہ ہیں۔ اس بارے میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور اہل علم کی آرء سے میں نے استدلال کیا ہے۔

میں اپنی اس ادنیٰ سی کوشش سے یہ امید رکھتا ہوں کہ امت مسلمہ کے سامنے طواغیت عصر کی وضاحت ہو جائے گی اور اللہ سے یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ ان طواغیت کو ہلاک کر دے ان کا خاتمہ کر کے امت مسلمہ کو سکون و آرام دے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ مسلمان ملکوں کو ان طواغیت سے پاک کر دے اور ان ممالک میں توحید کا بول بالا کر دے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اب ہم ترتیب سے اس زمانے کے بڑے بڑے طاغوتوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ابو عبد الرحمن الاثری رحمۃ اللہ علیہ

اقوام متحدہ کے پاس فیصلہ لیجانا

ہر مسلمان جانتا ہے اور جاننا بھی چاہئے کہ اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنا ہر اختلاف، جھگڑا، تنازعہ کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے پاس لیجایا کریں۔

جیسا کہ فرمان ربیّ ہے:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ (النساء:59)

''اگر تم کسی معاملے میں تنازعہ کر بیٹھو تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس لیجاؤ۔''

اب اس زمانے کا طاغوت وہ ہیں جن کے پاس لوگ اپنے اختلافات اور جھگڑے لے کر جاتے ہیں مثلاً اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی، یا عالمی عدالت انصاف یا ملکی قوانین وعدالت یا سلامتی کونسل۔ یہ سب طاغوت ہیں جن کے پاس لوگ اپنے فیصلے لے جاتے ہیں اور اللہ ورسول ﷺ کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہر موحد مسلمان اچھی طرح جانتا ہے کہ اقوام متحدہ یا اس طرح کے دیگر فورم انسانوں کے وضع کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں جسے شیخ ناصر عمر نے دروس التوحید میں شرک قرار دیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا (النساء:60)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جن کا خیال ہے کہ وہ ایمان لائے ہیں اس پر جو آپ ﷺ کی طرف نازل کی گئی ہے اور اس پر بھی جو آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوئی ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ یہ طاغوت کا انکار کریں شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دیں۔''

مسلمانوں نے اپنے فیصلے اقوام متحدہ میں لے جا کر ہی طاغوت نہیں بنایا بلکہ یہ لوگ تو خود اس طاغوت کے بنیادی ارکان میں سے ہیں یہ لوگ اب طاغوتی ادارے کے رکن ہیں اور اس رکنیت پر فخر کرتے ہیں یعنی اقوام متحدہ کا رکن ہونا باعث افتخار شمار کرتے ہیں حالانکہ یہ نہیں سوچتے کہ ایک طاغوت کے اعضاء بن گئے ہیں، بنیاد بن گئے ہیں دیگر اسلامی ممالک کی تو کیا بات کریں بزعم خویش دارالتوحید یعنی مملکت سعودی عربیہ 1365ھ سے اس طاغوتی ادارے کا رکن بن گیا ہے افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کفریہ عمل پر باقاعدہ فخر کیا جاتا ہے اور مزید قابل افسوس امر یہ ہے کہ بعض اہل علم جن کی بصیرت چھن گئی ہے وہ اس فیصلے یعنی اقوام متحدہ میں شمولیت کے لئے جواز کے دلائل ڈھونڈتے ہیں اللہ اس طرح کی گمراہی سے ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین

مسلمانوں میں رائج انسانوں کے وضع کردہ قوانین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ:44)

”جن لوگوں نے اللہ کی نازل کردہ (شریعت و قانون) کے مطابق فیصلہ نہ کیا تو وہ کافر ہیں۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا(النساء : 65)

”تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک (اے محمد ﷺ) اپنے اختلافی معاملات میں تجھے حاکم نہ مان لیں اور پھر آپ ا کے فیصلے سے اپنے دلوں میں خلش و تنگی بھی محسوس نہ کریں اسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں۔“

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"طاغوت بہت سارے ہیں مگر ان کے سرغنہ پانچ ہیں ان میں سے وہ بھی ہے جو اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور وہ بھی ہے جو اللہ کے احکامات میں تبدیلی کرتا ہے یعنی خود قانون سازی کرتا ہے جس کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللهُ (شوریٰ:21)

"کیا ان کے ایسے (اللہ کے) شریک ہیں جو ان کے لئے وہ قوانین بناتے ہیں جن کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔"

موجودہ دور کے طاغوتوں نے بعض شرعی احکام کو برقرار رکھا ہے جیسا کہ قتل اور میراث کے احکام ہیں۔ بقیہ احکام میں طاغوت کے قوانین پر عمل کیا جاتا ہے خصوصاً تجارت کے معاملات تو مکمل طور پر انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق ہیں۔ محمد بن ابراہیم نے اپنے فتاویٰ کے جلد 12 صفحہ 250 تا صفحہ 256 میں کویت کے محکمہ "الغرفۃ التجاریۃ" (ایوان تجارت) کے بارے میں الریاض کے امیر کے نام لکھتے ہیں۔

جناب قابل قدر امیر الریاض حفظہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے جس ایوان تجارت کی بنیاد رکھی ہے اس کے اغراض و مقاصد سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ہم نے اس کے مندرجات پر غور کیا ہے خاص کر پیراگراف 3 جس کا متن ہے۔ ایوان تجارت تاجروں کے باہمی اختلافات ختم کرنے کے لئے مجاز ادارہ ہے تاجر اپنے تجارتی تنازعات ایوان تجارت میں زیر بحث لائیں گے اور تمام تجارتی کمپنیوں کے تنازعات بھی اس ایوان میں پیش ہوا کریں گے۔ اسی طرح ہمارے پاس ایک کتابچہ آیا ہے جس کا عنوان ہے "نظام المحكمة التجارية للمملكة العربية السعودية" اس میں ہم نے جتنے بھی تجارتی قوانین پڑھے ہیں وہ سب انسانوں کے وضع کردہ ہیں شرعی قوانین نہیں ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایوان تجارت جہاں تنازعات لے جانے کا حکم ہے اس ایوان میں فیصلہ کرنے کے لئے عدالت بھی ہوگی فیصلہ کرنے کے لئے قاضی یا جج بھی ہوگا اور جو حکام وہاں فیصلے کریں گے۔ وہ غیر شرعی ہوں گے بلکہ وکلاء اور قانونی ماہرین ہوں گے جب یہ بات ہے تو یہ ایوان اور اس کا پورا نظام اور فیصلے اللہ کے بھیجے ہوئے رسول اور شریعت سے متصادم ہیں اللہ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اپنے تنازعات و اختلافات اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا کرو وہیں سے حلال حرام، جائز ناجائز، عقائد، عبادات، اور معاملات

کے لئے رہنمائی حاصل کیا کرو۔ چھوٹے بڑے تمام متنازعہ امور میں رجوع صرف اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی طرف کرنا ہے۔ اگر چھوٹے سے معاملے میں بھی غیر اللہ کے قوانین سے کروایا تو یہ اس بات کا ثبوت ہو گا کہ اللہ کے قانون اور رسول ﷺ کے فیصلے پر انسانی قانون کو ترجیح دی گئی ہے اور اللہ ورسول ﷺ کے حکم پر راضی نہیں ہیں۔

غیر اللہ کے قوانین سے فیصلے کرانے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص اللہ کے دین کو مکمل نہیں سمجھتا اس کے خیال میں دین ناقص ہے یہ لوگوں کے مسائل وتنازعات حل کرنے انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے کافی نہیں ہے اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ کافر اور خارج عن الملۃ (یعنی اسلام سے خارج) ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ بہت اہمیت وتوجہ کی مستحق ہے اسے کسی کے اجتہاد وعقل اور رائے پر نہیں چھوڑا جاسکتا کہ جب کوئی شخص چاہے اپنے فیصلے غیر اللہ کے قوانین کی طرف لے جائے اس لیے کہ صرف اللہ کے احکام کے مطابق فیصلے کرنا یہ بھی ایک اللہ کی عبادت کے مساوی ہے اور جس طرح غیر اللہ کے لئے کسی قسم کی عبادت جائز نہیں اسی طرح فیصلے بھی کسی کے قانون کے مطابق جائز نہیں اس لیے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مفہوم میں جہاں ایک اللہ کی عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت شامل ہے اسی طرح اس میں یہ بھی شامل ہے کہ حکم صرف اللہ کا ماننا ہے اور اطاعت صرف محمد رسول اللہ کی کرنی ہے انہی کے احکامات وقوانین کے مطابق تنازعات واختلافات حل کرنے ہیں۔ اسلام میں جہاد وقتال کس مقصد کے لئے کیا گیا ہے؟ تلوار کیوں اٹھائی گئی ہے؟ یہ صرف اور صرف تحکیم کے لئے۔ اللہ کے فیصلے اور قوانین نافذ کرنے کے لئے قتال ہوا ہے اس لیے کہ تحکیم کے بغیر تو انسان مؤمن ہی نہیں ہو سکتا۔

فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء : 65)

"(اے محمد ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتے جب تک تجھے اپنے اختلافی معاملات میں فیصل و حکم تسلیم نہ کرلیں اور پھر آپ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں۔ اور اسے مکمل طور پر تسلیم کرلیں۔"

اسی طرح ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلا (النساء:59)

''ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔''

مسلمانوں کے حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے ساتھ کسی اور کے حکم اور قانون کو برابر قرار نہ دے بلکہ اسے تو اسلامی قانون کا پشتبان اور تائید وحمایت کنندہ ہونا چاہئے سید المرسلین ﷺ کی شریعت کا محافظ ہونا چاہئے۔ یہ چند گزارشات میں نے اپنی ذمہ داری اور فرض سمجھ کر کی ہیں اور اللہ ورسول کے احکامات کی تائید اور حکمرانوں اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے ایسا کیا ہے۔ تاکہ شیطان ہمارے حکمرانوں کو غیر اللہ کے قوانین کا تابع نہ بنائے اور انہیں دین سے دور نہ کر دے انہیں مغضوب علیہم اور ضالین ومشرکین کے پیچھے چلنے پر آمادہ نہ کر دے۔

جہاں تک اصول تجارت اور تجارتی امور کو نمٹانے کا معاملہ ہے تو شریعت میں اس کے لئے بہترین اصول وقوانین موجود ہیں جن کو اپنانے سے تجارت میں ایسی ترقی ہو سکتی ہے کہ جو انسانی قوانین سے ممکن نہیں ہے اس لیے کہ ہمارا ایمان ہے کہ نبی ﷺ جو شریعت لے کر آئے ہیں اس میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی بھلائی موجود ہے صرف اسے اپنانے کی دیر ہے۔ نبی ﷺ نے جس قسم کی تجارت وکاروبار سے منع کیا ہے اگرچہ بظاہر مادہ پرستوں کو اس تجارت میں فائدہ نظر آتا ہے مگر درحقیقت وہ سراسر خسارے ونقصان کا کاروبار ہے اس میں دنیاوی واخروی بربادی مضمر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ (البقرہ:276)

''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔''

لہٰذا تجارت میں شریعت کے اصولوں کو مد نظر رکھنا چاہئے ان کی مخالفت سے بچنا چاہئے لہٰذا ہم حکومت سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ ایوان تجارت کے ارکان سے کہے کہ وہ ایسے علماء اور قاضیوں سے رابطہ کریں جن کے پاس تجارت سے متعلق مکمل دینی ودنیاوی معلومات ہوں اور وہ ملکی تجارت کے لئے ایسے اصول وقوانینِ شریعت واضح کر دیں کہ جن کی روشنی میں تجارت صحیح اسلامی طریقوں سے ہوتی رہے۔ یہ علماء تجارت کے اصول وضع کرنے میں نصوص شرعیہ اور اقوال علماء کو مد نظر رکھیں اور دنیاوی عالمی تجارت کے اصول وقواعد بھی سامنے رکھیں کہ دنیا کے ساتھ تجارت بھی ہوتی رہے اور شریعت کی مخالفت بھی نہ ہو۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم جناب صدر صاحب ایوان تجارت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے آپ کا خطاب سنا جو ایوان تجارت کے اغراض ومقاصد اور اس کے فوائد سے متعلق تھا اور اس ایوان سے تجارت کی رفتار میں جو اضافہ ہوا ہے اس بارے میں آپ نے خطاب فرمایا ہے اس سلسلے میں چند گزارشات آپ تک پہنچانا اپنا دینی واخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔ امید ہے کہ توجہ فرمائیں گے (محمد بن ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ))

① اختلافی معاملات وتنازعات میں فیصلہ کرنے کی ذمہ داری اس شخص کو دینی چاہئے جس کو شریعت کے بارے میں معلومات ہوں جو شرعی اصولوں کی روشنی میں فیصلے کرتا ہو اگر کسی میں یہ خوبی نہیں ہے تو وہ کتنا ہی تجربہ کار، ہوشیار اور مشّاق ہو شرعی اصولوں اور فقہی مسائل شخصی حقوق سے واقفیت قاضی کے لئے لازمی ہے تاکہ وقتی ضروریات اور شرعی احکام دونوں کو مد نظر رکھ کر فیصلے کرتا ہو۔

② انسانی عقل جتنی بھی ترقی کر جائے وہ تنہار ہنمائی کی صلاحیت نہیں رکھتی نہ ہی دنیوی واخروی سعادت کے حصول کا واحد ذریعہ بن سکتی ہے اور نہ ہی شریعت کی روشنی کے بغیر انسانی مسائل ومشکلات حل ہو سکتی ہیں اگر صرف عقل ہی کافی ہوتی اور صرف عقل سے ہی حق وباطل کا فیصلہ ممکن ہوتا تو رسولوں کی بعثت اور کتابوں کے نزول کی ضرورت نہ رہتی جس قوم نے بھی تنہا عقل کو رہنمائی کے لئے کافی سمجھا اس قوم نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈالا ہے اور امت محمدیہ اسے باہر نکل چکی ہے جیسا کہ جہمیہ اور ان کے ہم خیال فرقے ہیں۔

③ یہ بات بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت سے قبل شہروں اور دیہاتوں کے باشندے اپنے تنازعات میں اپنی عقل تجربے اور حالات وواقعات وشواہد دیکھ کر فیصلے کرتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ان کے یہ فیصلے فریقین کو منظور بھی ہوتے تھے ان کے فیصلے مانے جاتے تھے ان سے تنازعات حل ہوتے تھے مگر اس کے باوجود شریعت اسلامی نے آکر انسانوں کے طریقوں اور رواجوں سے سختی کے ساتھ منع کیا اور ان حکام کو بدترین ناموں سے موسوم کیا انہیں طاغوت اور شریک کہا گیا۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ (شوریٰ:21)

"کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو ان کے لئے ایسی شریعت بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ:44)

"جن لوگوں نے اللہ کی نازل کردہ (شریعت) کے مطابق فیصلہ نہ کیا تو وہ لوگ کافر ہیں۔"

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا (النساء:51)

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب میں سے حصہ دیا گیا ایمان لاتے ہیں جادو اور طاغوت پر اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ مؤمنوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔"

④ صلح کی کچھ حدود ہیں جو مشہور و معروف ہیں ہر قسم کی صلح جائز نہیں ہوتی صلح کی دو قسمیں بنتی ہیں ایک عادلانہ اور دوسری ظالمانہ اور یہ اقسام وہی جان سکتا ہے جو شریعت کا علم رکھتا ہو اور اس کے احکام کو اچھی طرح سمجھتا ہو اس لیے نبی انے فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں صلح جائز ہے (البتہ وہ صلح جائز نہیں) جس میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیا جائے۔ (ترمذی)

⑤ شریعت اسلامی مکمل ہے اپنے نزول کے مقصد کو پورا کر رہی ہے تنازعات کے فیصلوں کے لئے بھی یہ کافی ہے اور فیصلے بھی واضح اور دوٹوک کرتی ہے اطمینان بخش اور عقل میں آنے والے۔ مصلحتوں کے مطابق ہوتے ہیں اس لیے کہ شریعت کو نازل کرنے والا اللہ الرحم الراحمین ہے۔ احکم الحاکمین ہے وہ بندوں کی مصلحت، ان کے نفع و نقصان سے اچھی طرح باخبر ہے اس لیے اس اللہ نے شریعت سازی کا کام کسی کے حوالے نہیں کیا وہ خود ہی شریعت ساز ہے اور رسول ﷺ شریعت پہنچانے والے ہیں۔ ایسا کون سا تنازعہ ہے جس کا حل شریعت میں نہیں ہے؟ اللہ کی قسم (ایسا کوئی تنازعہ نہیں جس کا حل شریعت اسلامی میں نہ ہو) یہ شریعت مکمل ہے اس کا لایا ہوا نظام انصاف پر مبنی اور مکمل ترین نظام ہے۔ فقہ اسلامی جو کہ کتاب و سنت سے مستنبط ہے وہ کسی بھی لحاظ سے روم کے قوانین اور انسانوں کے وضع کردہ آئین سے کسی بھی لحاظ سے کم تر نہیں ہے۔ اسی لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ہر تنازعہ کا فیصلہ شریعت سے کرانا ضروری و لازمی ہے یہ حق صرف شریعت کو ہی حاصل ہے کہ وہ تنازعات جھگڑوں کے فیصلے کرے ہر شخص کو اس کا حق شرعی طریق اور آسمانی نظام کے توسط سے ملے یہی نظام کامیاب ہے نجات دہندہ ہے ہر مسلمان کو پسند ہے یہی وہ طریقہ اور راستہ ہے جس پر دورِ رسالت اسے آج تک مسلمان عمل پیرا ہیں اس کے ذریعے سے کامیابیاں حاصل کرتے رہے ہیں اپنے اغراض

ومقاصد تک رسائی حاصل کر چکے ہیں اسی نظام کی بدولت انہوں نے لوگوں کے دل بھی جیتے ہیں اور ملکوں کو فتح بھی کیا ہے دنیا کی اقوام اسی نظام کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئی ہیں انہیں بطور حکمران تسلیم کرتی رہی ہیں۔ مسلمان حکمران عدل وانصاف میں اسی نظام کی وجہ سے ضرب المثل تھے اس کے علاوہ دیگر نظامہائے حیات وطرق سیاست ہمیشہ سے لوگوں کی تنقید کا نشانہ بنے ہیں عوام ان سے مطمئن نہیں رہے۔ اس پر قناعت نہیں کرتے تھے ان نظاموں کے نفاذ کا انجام بھی ہمیشہ سے برا وناکام ہی رہا ہے بلکہ یہ نظام اسلامی معاشرے کے بگاڑ اور خاتمے کا سبب ہیں ان کے نفاذ سے معاشرے میں افراتفری، اختلافات اور انار کی پھیلتی رہی ہے۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (النساء:82)

”اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔“

غیر الٰہی نظام کا نفاذ یا ان کو قبول کرنا یا صحیح سمجھنا دراصل فیصلے اور حکم کا اختیار انسان کو دینا ہے اور اسے یہ اختیار دینا ہے کہ وہ اللہ کے نظام اور حکم کے خلاف کھڑے ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ اللہ کی شریعت پر قناعت نہیں کی گئی ہے۔ اس طرح انسان اپنی رائے سے عقل سے فیصلے کرے گا اور اس طرح ہر انسان خود کو قانون سازی کا اہل سمجھے گا حالانکہ انسان اللہ کے علاوہ کسی اور کی فکر، سوچ اور ذہنی خیالات کا تابع نہیں ہے۔ اللہ آپ کو بھی اس سے محفوظ رکھے۔

ایوان تجارت کے پاس تنازعات لیجانا اگر اختیاری بھی ہو تب بھی اس سے کنارہ کشی کرنا لازم اور واجب ہے

محمد بن ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف سے ایوان بالا کے رئیس کے نام مراسلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایوان تجارت سے متعلق آپ کے خطاب اور مجلس شوریٰ کے فیصلے سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں بلکہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جس عقیدے پر کاربند ہیں اور جس دین کو اختیار کیے ہوئے ہیں اور جسے دیگر علمائے اسلام اور مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے وہ اللہ کا دین ہے جس سے روگردانی کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں نہ کسی مسلمان حکومت کو اس سے اعراض کی مجال ہے اس

شریعت کو تھامے رکھنے کا تقاضا ہے کہ ہم ایوان تجارت کو ختم کر دیں یا اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اسی طرح محکمہ تجارت کو بھی ختم کر دیں اس لیے کہ ان میں سے ایک قرآن وسنت کو چھوڑنے کا سبب ہے کہ تاجروں کے فیصلے کرتا ہے (اپنے قوانین کے مطابق) اور دوسرا شیطان کے پھیلائے ہوئے اس سوچ کا نتیجہ ہے کہ انگریز کا بنایا ہوا قانون بہتر ہے انہوں نے بڑی محنت و کوشش سے تجارت کے لئے اچھے اچھے قوانین بنا رکھے ہیں جن سے سرمایہ کاری میں اور دولت بڑھانے اور محفوظ و جمع رکھنے میں مدد ملتی ہے اگرچہ یہ شریعت مخالف ہو یا موافق اس پر کوئی غور نہیں کیا جاتا اس طرح ایسی سوچ پھیلانے والے سرمایہ پرستوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو اس غیر الٰہی قوانین کے نفاذ کو معیوب نہیں سمجھتے جو لوگ انسان کے وضع کردہ قوانین کو بہتر سمجھتے ہیں وہ دغاباز اور جھوٹے ہیں۔ انسانوں میں کسے تحکیم کا اختیار حاصل ہے کہ اس کے فیصلوں اور احکام پر عمل کیا جائے اور فریقین اس کے حکم پر اتفاق کر لیں؟ (اگر ایسا ممکن ہوتا کہ انسانی قانون یا کسی انسان کے فیصلے پر اتفاق ہو سکتا تھا تو اللہ اس کو جائز قرار دیتا ایسا ممکن نہیں جبھی تو اللہ نے صرف نبی ﷺ کو حکم قرار دیا ہے) کیا اللہ کا فرمان نہیں ہے۔

فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء:65)

''تیرے رب کی قسم (اے محمد ﷺ) یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تنازعات میں تجھے فیصل و حکم تسلیم نہ کر لیں۔''

یحکمو میں ضمیر متخاصمین کی طرف ہے۔ لہٰذا کسی بھی فریق کا حکم یا فیصلہ کرنے کرانے کا اختیار نہیں سوائے اللہ کے کہ وہ شریعت کی رجوع کر لیں اور شرعی قاضی اور حاکم سے فیصلہ کروائیں۔ اسی طرح فریقین میں کسی کو یہ اختیار بھی نہیں کہ وہ چاہیں تو شرعی کورٹ سے فیصلہ کروائیں یا دوسری عدالت سے۔ پہلے یہ اختیار حاصل تھا اب ایوان تجارت بنانے سے بھی یہی اختیار واپس آگیا صرف طریقہ تبدیل ہے کیا ہمارے لیے عبرت وسبق کے طور پر وہ حکومتیں اور ممالک کافی نہیں جنہوں نے انسانوں کے وضع کردہ آئین اور قانون کو اپنایا تو وہاں سے رہا سہا اسلام بھی رخصت ہوا اور صرف نام کی اسلامی حکومتیں یا اسلامی ممالک رہ گئے اور ایسا دور بھی آیا تھا جب مسلم حکمرانوں نے شریعت کو چھوڑ کر انسانی قوانین اپنائے تو وہ اس حال تک پہنچ گئے کہ ان کے ملک میں سرے سے اسلامی قوانین ہی ختم ہو گئے اور انہیں ہر معاملے میں غیر اسلامی ملکوں اور شخصیات کے قوانین اپنانے پڑے انہوں نے روس۔ انگریز اور چنگیز خان تک کے قوانین کا سہارا لیا جن کا شریعت اور اس کے نصوص سے و دلائل سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

کسی شخص کے بارے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ حلال کردہ یا حرام کردہ اشیاء میں یا اس کے احکامات اور معاملات میں کسی قسم کی تنگی یا مشکلات ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (حج:78)

"اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں ڈالی"۔

بلکہ اس میں مکمل طور پر آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔ اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ مسلمان کے استحکام اور کامیابی کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ اسلام کو نافذ کریں اس کے مطابق حکومت کریں ہاں البتہ باطل پرستوں کے ذاتی اغراض اور سرمایہ پرستوں کی خواہشات سے اسلامی احکام متفق نہیں ہو سکتے اس لیے کہ یہ لوگ مختلف ظالمانہ طریقوں اور حربوں سے مال و دولت اکھٹی کرتے ہیں اس طرح اسلام کفریہ اعتقادات اور لادین طریقوں کے ساتھ بھی نہیں چل سکتا۔ سود کے ساتھ۔ حرام اور گھٹیا طور طریق کے ساتھ بھی دین اسلام نہیں چل سکتا یہ ممکن ہی نہیں کہ اسلام ان لوگوں کے ساتھ اتفاق کر لے یا ان کے مقاصد کی تکمیل کرے اسلام عدل اور حقوق کی پاسداری کرنے والوں کے ساتھ چل سکتا ہے کہ اسلام انسانوں کے حقوق کی حمایت و حفاظت کرتا ہے انہیں ہر قسم کے ظالموں سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اگر اسلامی ممالک کی عدالتیں صحیح عدل سے انحراف نہ کریں بلکہ فریقین میں ایسی صلح کرائیں جس کی بنیاد شرعی عدل ہو اگر ایسی عدالتیں اسلامی ممالک میں ہی نہ ہوں تو پھر کہاں ہوں گی؟ اور جب صورت حال یہ ہو جائے کہ اسلامی ممالک میں ہی شرعی عدالتیں نہ ہوں تو پھر لوگوں کا یہ اعتقاد پختہ ہو جائے گا کہ اسلام میں مسائل کا حل نہیں ان کا شک یقین میں بدل جائے گا اس طرح شیطان کو موقع مل جائے گا کہ وہ لوگوں کو بہکائے گمراہ کرے اور ان کے دلوں میں شریعت کی نفرت بٹھادے سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس سوائے دین کی بنیاد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اور ہے کیا ان کی پہچان اس کے علاوہ کیا ہے، ان کے اعتقاد علم و عمل کی بنیاد کیا ہے۔ دین کے منافی و معارض افکار و نظریات سے براءت و بیزاری کا اعلان کریں تو پھر دین کے علاوہ کس چیز کو اپنائیں گے؟ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی بنیاد یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے وابستہ رہیں ایک اللہ کی عبادت اور رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اتباع کو لازم پکڑیں ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں اللہ اور اس کے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے احکام کی طرف رجوع کریں۔ امیر مامور سب شریعت کی پیروی کو اپنا شعار بنائیں۔ والسلام علیکم

ایوان تجارت وغیرہ کی طرح فوج میں بھی ایک ادارہ ہے جسے افواج کی کمیٹی کہا جاتا ہے یہ کمیٹی فوج سے متعلق امور کے فیصلے یورپی قوانین کے مطابق کرتی ہے۔ اس کمیٹی کو بھی چاہیے کہ وہ انسانی قوانین کے بجائے شرعی قوانین کو اختیار کرے۔

اسی طرح ایک محکمہ محنت کشوں اور مزدوروں کے لئے بھی بنایا گیا ہے وہاں بھی فیصلے انسانی قوانین کے مطابق ہوتے ہیں انہیں شیخ عبد اللہ بن حمید (رحمۃ اللہ علیہ) نے الدرر السنیۃ میں غلطیوں، تناقضات اور گمراہی کا محکمہ قرار دیا ہے۔ یہ سب محکمے اور ان میں رائج وضعی قوانین اس ملک میں ہیں جہاں حکومت توحید کی دعویدار ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے خطوط میں ان حکومتی ذمہ داروں کو نصیحت کے دوران بہت رسوا اور لاجواب کیا ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ) سے یہ لوگ ڈرتے بھی ہیں کہ ان کا شاہی خاندان سے رشتہ داری کا تعلق ہے اس لیے حکومت کے کارندے ان کے خلاف کھل کر کاروائی نہیں کر سکتے البتہ ان کے خلاف مختلف حیلے بہانوں سے سازشیں کرتے رہتے تھے جن کا شیخ کو علم نہیں تھا۔

محنت کشوں سے متعلق نظام حکومت غیر شرعی ہے

محمد بن ابراہیم نائب وزیر اعظم کے نام مراسلے میں لکھتے ہیں۔

کہ عبد الوہاب بن علی القحطانی کے مقدمہ میں وزارت مواصلات نے متوفی موسیٰ النہیان کے قتل خطاء میں ورثہ کو 27ہزار ریال دیئے ہیں اور اس کے لئے وزارت محنت وافرادی قوت کے قوانین کا سہارا لیا گیا ہے اس بارے میں آپ کا یہ فرمان کہ وزارت مواصلات پولیس کی تصدیق، حادثہ کی تحقیقات اور شرعی فیصلے کے بغیر اس طرح کے معاملات نہ نمٹائے یہ ہماری رائے سے موافق فرمان ہے۔ ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایسے تنازعات میں شریعت کورٹ کا فیصلہ ہی معتبر ہوتا ہے وزارت مواصلات نے محنت کشوں کے لیے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق جو ادائیگی کی ہے یہ قوانین مشاورتی ہیں غیر شرعی ہیں ان کو برقرار رکھنا ان کی تائید کرنا جائز نہیں ہے۔ والسلام علیکم

فتویٰ

محمد بن ابراہیم کا الریاض کے چیف جسٹس کے نام مراسلہ

محترم چیف جسٹس صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وزارت محنت وافرادی قوت سے متعلق آپ کے خیالات سے آگاہی ہوئی۔ان معاملات میں وزارت کو اگر غیر شرعی قوانین پر عمل مشکل ہورہا ہو تو اسے چاہیے کہ اس میں مزید غور وفکر کرے اس لیے یہ اس کی ذمہ داریوں میں سے ہے کافی غوروخوض کے بعد بھی اگر شریعت کے قانون پر ان کے لیے عمل ممکن نہ ہو تو پھر وزارت کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ اپنے قوانین کو اس طرح (بنائیں اور) نافذ کریں کہ وہ اللہ کے نازل کردہ شریعت سے متصادم نہ ہو۔عدالت کو یہ اختیار نہیں ہونا چاہئے کہ وزارتوں کو اس طرح کے قوانین کے نفاذ کی اجازت دے (جو شریعت سے متصادم ہوں) اگر عدالت ایسا کرے گی تو اس کے بارے میں لوگوں میں یہ تاثر پھیلے گا کہ عدالت شریعت کے بغیر فیصلوں کی تائید وحمایت اور تعاون کررہی ہے۔امید ہے کہ میری گزارشات پر توجہ دی جائے گی۔والسلام علیکم

اس طرح کا ایک اور فتویٰ

قاضی طریف کے نام محمد بن ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ) کا مراسلہ

آپ کے اور عبدالعزیز بن فراج اور منصور ابن نبقان کے مابین خط وکتابت سے ہمیں آگاہی ہوئی ہمیں آپ کے مکتوبات میں کچھ کمزوریاں اور آپ کے ضعف ادراک کا احساس ہوا اس لیے کہ آپ نے ایک جگہ لکھا کہ یہ معاملہ حکومت کے سپرد کیا جائے وہ جس طرح چاہے فیصلہ کرسکتی ہے یعنی محنت وافرادی قوت کی وزارت کے حوالے کیا جائے تعجب ہے آپ جیسے لوگ غیر شرعی عدالتوں میں جانے پر کیسے راضی ہوسکتے ہیں حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ آپ ہر معاملے کو شرعی نقطۂ نظر سے دیکھیں اور اگر آپ کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو تو اسے کورٹ کو بھیج دیں اور اس کے حل کی جو صورت آپ کے ذہن میں ہے وہ بھی عدالت کو لکھ بھیجیں۔ قاضی کا فرض بنتا ہے کہ وہ فیصلہ میں غوروفکر سے کام لے ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض جج محنت کشوں کا کیس وزارت محنت وافرادی قوت میں یہ کہہ کر بھیج دیتے ہیں کہ (یہ ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں) یا یہ وزارت کے مخصوص امور سے تعلق رکھتا ہے کیس بھیجتے

وقت وہ سوچتا ہی نہیں کہ شریعت اسلامی انسانی احوال کی اصلاح کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے ہر شعبے ہر میدان میں مالی امور ہوں یا انتظامی۔ یہ دین تنازعات اور جھگڑے نمٹانے اور ہر مشکل جو حل کرنے کے لئے کافی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے باوجود کیس دوسرے محکموں کو بھیجتا ہے تو اس کا مطب یہ ہو گا کہ وہ وضعی قوانین کی مکمل صلاحیت کا اقرار کرتا ہے اور اس قانون سے موافقت کر رہا ہے جو شریعت مطہرہ کے مخالف ہے اور اپنے اس عمل سے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ میں شریعت کی رو سے اس مسئلہ کے حل سے عاجز ہوں یا سستی کی وجہ سے تحقیق نہیں کر سکا یا اپنی ذمہ داریوں سے فرار چاہتا ہے لہٰذا جج کو چاہئے کہ اس کے پاس جو بھی مقدمہ آجائے اس میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرے اس کے لئے تحقیق و جستجو اور کوشش کرے جہاں تک بھی استطاعت ہو کسی بھی مقدمہ اور کیس کو واپس کرنے یا کسی اور محکمے کی طرف بھیجنے سے احتراز کرے اگر کسی مقدمہ میں مشکلات در پیش ہوں تو ہمیں لکھ بھیجیں ان شاء اللہ ہم اس کا حل شریعت کی روشنی میں پیش کریں گے۔

کوئی ادارہ اس (غیر شرعی) نظام کو نہ اپنائے

محمد بن ابراہیم کا مراسلہ الریاض کے امیر کے نام

سلام کے بعد عرض ہے عبد العزیز بن علی الصقیہی کے کار کے حادثہ سے آپ نے اپنے خطاب میں کہا ہے کہ ہم اس کے لئے خصوصی عدالت بنائیں گے تا کہ وہ ٹریفک کے لئے اور ڈرائیوروں کے لئے نظام وضع کرے تا کہ عدالتوں کو ایسے امور نمٹانے میں معاون ہو۔ ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کسی نظام کو وضع کرنے کا حکم دینے کی کسی قسم کے اختیار کی گنجائش کسی کے لئے نہیں ہے جس طرح کے شرعی عدالت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس نظام کو اپنائے جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے اس لیے کہ اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ شرعی عدالت میں ان امور کو نمٹانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ نافذ کرنے کے لئے انسانوں کا وضع کردہ نظام ہی بہتر ہے۔ حالانکہ (جس حکومت میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے) اس کا آئین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے اس لیے تو اس ملک میں شرعی عدالتیں بنائی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النساء:59)

"اگر کسی معاملے میں تنازعہ کر بیٹھو تو اسے اللہ اور اس کے رسول اکی طرف لوٹا دو۔"

اس کے علاوہ جو بھی تنازعات نمٹانے کے طریقے ہیں سب جاہلیت کے احکام ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (المائدہ:50)

''کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم تلاش کر رہے ہیں۔ اللہ سے زیادہ متوازن حکم کس کا ہو سکتا ہے یقین کرنے والی قوم کے لئے ؟۔''

انصاف فراہم کرنے والے اداروں میں طاغوتی نظام رائج ہے جسے اللہ اچھی طرح جانتا ہے اور دیگر ایسے امور بھی ہیں (جو خلاف شرع ہیں) فقط والسلام چیف جسٹس محمد بن ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ)

کفر دون کفر والی روایت ضعیف ہے

مشہور محدث سلیمان العلوان کہتے ہیں ابن عباس کی طرف منسوب روایت جس میں ہے کہ ''کفر دون کفر''یعنی کفر کے درجات ہیں (کچھ کفر کم ہیں کچھ کفر زیادہ) یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے اسے مروزی نے '' تعظیم قدر الصلاۃ'' میں روایت کیا ہے اور مستدرک میں حاکم نے بھی ھشام بن حجیرعن طاؤس عن ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ہشام کو امام احمد، یحیی بن معین، عقیلی اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے۔

علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے یحیی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے روایت بیان کی حدثنا جریج عن ھشام عن ابن حجیر تو یحیی بن سعید (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا کہ اس کی روایت کو چھوڑنا میں زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا میں اس کی حدیث بیان کروں ؟ اس نے کہا ہاں۔ ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم ہشام بن حجیر کی وہ روایت نہیں لیتے تھے جو کسی اور کے پاس نہ ہوتی تھی (جس میں وہ متفرد ہوتا تھا) جبکہ مذکورہ الصدر حدیث میں وہ متفرد ہے مزید یہ کہ ثقہ نے اس کی مخالفت کی ہے جیسا کہ عبد اللہ بن طاؤس رحمۃ اللہ علیہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (المائدہ:44) کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' ھی کفر ''یہی کفر ہے۔ دوسری جگہ الفاظ ہیں'' ھی بہ کفر '' یہی تو اللہ کے حکم کا کفر وانکار ہے ایک اور جگہ ان کے الفاظ ہیں ''کفی بہ کفر '' یہی عمل اس کے کفر کے لئے کافی ہے۔(عبد الرزاق نے اسے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے)اور ابن جریر نے بھی اور وکیع (نے اخبار القضاۃ میں اسے ذکر کیا ہے) سند صحیح سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی قول ثابت ہے کہ انہوں نے اسے کفر مطلق کہا ہے (دون کفر نہیں)۔

ہشام بن حجیر کی روایت دو وجہ سے منکر ہے

① اس میں وہ متفرد ہے۔

② اپنے سے اوثق کی مخالفت کر رہا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ "ھی کفر" "ھی بہ کفر" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک آیت مطلق ہے اور اس سے کفر ہی مراد ہے شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ جب کفر پر الف لام آگیا ﴿الکافرون﴾ تو یہ کفر اکبر بن گیا جب تک کوئی اور قرینہ اس کو تبدیل کرنے والا نہ ہو۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے اجماع میں شک کرنے والوں کا رد

شیخ سلیمان العلوان مزید فرماتے ہیں۔ ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) نے البدایہ والنہایہ میں فرمایا ہے۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی محکم شریعت چھوڑ دی اور دوسری منسوخ شریعت کو اختیار کیا اس کی طرف چلا گیا تو اس نے کفر کر لیا (جب منسوخ شدہ آسمانی شریعت کو اختیار کرنے والا ایسا ہے) تو پھر الیاسا کی طرف جانے والے کو کیا کہیں گے جو اسے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم رکھے جس نے بھی ایسا کیا وہ باجماع مسلمین کافر ہے۔ یہ صحیح اور حق بات ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ اس شخص کے کفر پر اجماع نقل ہونا چاہئے جو اللہ کی شریعت سے روکتا ہے دین کے احکام کو تبدیل کرتا ہے اور اپنی قوم پر ایسے قوانین نافذ کرتا ہے کہ لوگ اس کی طرف اپنے مالی دیوانی اور فوجداری مقدمات لے جاتے ہیں اس طرح عملی طور پر وہ ان قوانین کی حمایت کرتے ہیں اور شریعت کے انکار کے مرتکب ہوتے ہیں اِن قوانین کو سیکھنے اور ان کے دفاع میں اپنی توانائیاں صرف کرتے ہیں۔ ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) کے اجماع کے بارے میں بعض ہمعصروں نے کہا ہے کہ یہ صرف تاتاریوں کے لئے ہے یا ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے جنھوں نے نواقض اسلام کو خلط کیا جس کی وجہ سے شریعت کا انکار لازم آتا ہے اور اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ دوسرے قوانین کا جواز ثابت ہوتا ہے (جس نے بھی ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) کے اجماع کے بارے میں یہ کہا ہے) یہ اس کا ذاتی خیال ہے جو کسی قسم کی علمی حقائق اور دلائل پر مبنی نہیں ہے۔ اس قول میں واضح طور پر توحید اور اصلاح کی دعوت دینے والوں پر حملہ نظر آرہا ہے اور الفاظ و مطالب میں بھی صرف تخمینے سے کام لیا گیا ہے ائمہ کے اقوال سے ناواقفیت بھی اس میں واضح ہے اس لیے کہ اس اجماع کو نقل کرنے والے صرف ابن کثیر (رحمۃ اللہ علیہ) نہیں ہیں بلکہ متقدمین ومتأخرین میں بہت سے ائمہ نے اس

بات پر اجماع نقل کیا ہے۔ اس شخص کو کیونکر کافر نہ کہا جائے جو شریعت کو معطل کردے اور خود کو منصب تحلیل و تحریم پر فائز کردے خود ہی کسی چیز کے اچھی یا بری ہونے کے فیصلے کرے ایسی عدالتیں بنائے جہاں مقدمات و تنازعات لے جائے جاتے ہوں اور (وہ عدالتیں اتنی بااختیار ہوں) کہ ان سے کسی قسم کا سوال یا ان کے فیصلوں پر اعتراض و تعاقب تک ممنوع ہو (ورنہ توہین عدالت کا کیس بن جاتا ہو)

جس مصنف نے تاتاریوں کی کفر کی وجہ سے شریعت سے انکار اور شریعت کے حرام کردہ کو حلال قرار دینا لکھا ہے وہ شاید مرجئہ میں سے جو صرف حرام و حلال میں تبدیلی کو کفر خیال کرتے ہیں یا شریعت کے واضح انکار کو کفر کہتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ عقل و نقل دونوں کے لحاظ سے باطل ہے۔ حرام کو حلال قرار دینا کفر ہے اگرچہ اس کے ساتھ غیر اللہ کے حکم پر تحکیم نہ بھی ہو جبکہ آیت میں واضح طور پر اللہ کے نازل کردہ شریعت پر فیصلہ نہ کرنے کو کہا گیا ہے۔ متاخرین میں سے بہت سے لوگ مرجئہ کے نظریات سے متاثر ہیں جو کہتے ہیں کہ جس نے بھی کفریہ قول یا عمل کیا وہ کافر ہے مگر وہ عملی کافر نہیں بلکہ اس کا عمل کفر کو متضمن ہے کفر پر مشتمل ہے اور اس عمل سے اس کے دلی تصدیق کی نفی ہورہی ہے اور اس کے دعوی ایمان کی تکذیب ہے جبکہ کچھ مرجئہ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ کسی عمل سے انسان کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ (شریعت کا) انکار نہ کردے یا شریعت کے حرام کردہ کو حلال نہ سمجھے ۔مرجئہ کا یہ نظریہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گالی دینا کفر ہے اس میں کسی نے بھی یہ شرط نہیں لگائی کہ گالی دینے والا اس کو حلال بھی سمجھتا ہو تب کافر ہے نہ اعتقاد کی شرط کسی نے لگائی ہے اس کے کفر کے لئے یہی کافی ہے کہ اس نے واضح طور پر اللہ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دی اسی طرح دین کا مذاق اڑانے والوں کے کفر پر بھی اتفاق ہے اس میں بھی اعتقاد یا استحلال کی شرط نہیں ہے اگر دین کا مذاق مزاحًا اڑایا ہو یا لاپرواہی سے ایسا کیا ہو۔ اسی طرح کسی مردے کا قرب حاصل کرنے کے لئے (اس کی قبر و مزار پر) سجدہ کرنے والا اس کا طواف کرنے والا بالاتفاق کافر ہے۔ قرآن مجید کو گندی جگہ پھینکنے والے کے کفر پر اتفاق ہو چکا ہے یہ ان لوگوں کی رائے ہے جو قول عمل اور اعتقاد کو ایمان کہتے ہیں اور اطاعت سے ایمان میں اضافے، معصیت سے کمی کے قائل ہیں اہلسنت کا اجماع ہے کہ دین کا واضح طور پر مذاق اڑانا کفر ہے جیسا کہ بتوں کے آگے یا چاند اور سورج کو سجدہ کرنا غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا حالانکہ یہ سب افعال ہیں ۔کتاب و سنت میں بے شمار دلائل اس بات پر موجود ہیں کہ جو شخص بھی کفریہ قول یا عمل کرتا ہے وہ کافر ہے ضروری نہیں کہ وہ اس قول یا عمل کو حلال بھی سمجھتا ہو یہ فضول شرط ہے جو نہ صحابہ رضی اللہ عنہم لگائی ہے نہ تابعین نے نہ ائمہ محدثین نے۔ اس سے پہلے کفر دون کفر والی روایت کا ضعف ہم ثابت کرچکے ہیں۔

مذکورہ حدیث کی صحت میں اختلاف؟

ابو محمد عاصم المقدسی "امتاع النظر" میں لکھتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے اس حدیث کی درایۃً وروایتاً حقیقت واضح ہو چکی ہے

-

① **درایتاً:** اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول صحیح مان لیا جائے تو اور لوگوں سے اس کے ہم معنی صحیح سند سے ثابت ہو چکا ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ صرف خوارج پر ردّ ہے جنہوں نے جناب علی رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کو کافر قرار دینے کا ارادہ کیا تھا جب ان دونوں حضرات میں خلافت کے معاملے میں اختلاف ہوا اور دو صحابہ عمرو بن عاص اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو فیصلہ کرنے کے لئے حکم مقرر کیا گیا تو خوارج نے اعتراض کیا کہ حکمتم الرجال تم نے انسانوں کو فیصلے کا اختیار دیا ہے جبکہ اللہ نے فرمایا ہے۔

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ:44)

جس نے اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہیں کیا وہ کافر ہے۔

حالانکہ ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ خوارج کی یہ رائے غلط تھی اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف اگرچہ ایک دوسرے پر ظلم کا سبب بھی بنا ہو مگر کفر نہیں تھا کہ انہیں ملت سے خارج کر دیتا۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ وخوارج کے پاس بھیجا کہ ان سے اس بارے میں مذاکرات کریں انہیں سمجھائیں قائل کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے بات کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم لوگوں نے دونوں فیصلہ کرنے والوں پر اعتراض کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا (النساء:35)

"(اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے تو) ایک فیصلہ کرنے والا شوہر کے رشتہ داروں میں سے اور ایک بیوی کے گھرانے سے مقرر کر دو۔"

اب امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے اختلاف دور کرنے کے لئے) کیا کیا جائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ نے لوگوں کو فیصلہ کرنے کا اپنا اختیار نہیں دیا ہے لوگ اپنے معاملات میں غور و فکر کرنے کے مجاز ہیں مگر اللہ نے جو فیصلہ کر دیا اس میں انسانوں کو غور کرنے (یا تبدیلی) کرنے کی اجازت نہیں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ (المائدہ:95)

''فیصلہ کریں گے تم سے دو عادل اشخاص۔''

انہوں نے کہا (یہ آیت شکار اور کھیتی باڑی سے متعلق ہے) کیا آپ شکار، کھیتی اور میاں بیوی کے فیصلوں کی طرح مسلمانوں کے خون کا فیصلہ کریں گے؟ کیا آپ کے خیال میں عمرو (رضی اللہ عنہ) بن عاص عادل حکم ہے جبکہ وہ کل تک ہم سے جنگ کرتا رہا اگر وہ عادل ہے تو پھر ہم عادل نہیں؟ تم لوگوں نے اللہ کے حکم میں انسانوں کو فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا؟ اس مناظرہ و مذاکرہ کے بعد ان میں سے بہت سے لوگوں نے حق کی طرف رجوع کر لیا اور کچھ لوگ اپنی گمراہی پر ڈٹے رہے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے علیحدہ ہو گئے (جب مذکورۃ الصدر فیصلہ دونوں حکمین نے کیا تھا) ان لوگوں کو ہی خوارج کہا جاتا ہے۔ موجودہ زمانے کے مرجئہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر تابعین جیسے طاؤس (رحمۃ اللہ علیہ) اور ابو مجلز کے اقوال کو جو کہ خوارج کے بارے میں لے لیا اور انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا تاکہ اسے بے محل و بے موقع استعمال کرتے رہیں اور اسے دلیل بنا دیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کفر دون کفر کہا ہے حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں ''انہ لیس الکفر الذی تذھبون الیہ'' کہ جو تم مراد لے رہے ہو وہ کفر نہیں ہے اس میں ''تذھبون الیہ'' کا جملہ خوارج اور ان کے متبعین کو خطاب ہے۔ لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ خوارج کی غلطی کی نشاندہی اور اصلاح کے لئے ہے۔ جبکہ آیت میں ان لوگوں کو کافر کہا گیا ہے جو اللہ کی شریعت کو تبدیل کرتے ہیں چاہے وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا کوئی اور (مزید تفصیل آگے آئے گی) کیا ابن عباس رضی اللہ عنہ یا اور کوئی مسلمان اللہ کے حکم یا حدود اللہ کو تبدیل کرنے والے کے اس عمل کو کفر دون کفر کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذکورہ قول اگر صحیح بھی ثابت ہو جائے تو یہ آیت کی تفسیر نہیں بلکہ خوارج کے غلط خیال کے رد میں ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ گمراہ لوگوں کے دھوکہ میں نہ آئیں علامہ احمد محمد شاکر السلفی عمدۃ التفسیر کے تعلیق میں فرماتے ہیں کہ یہ آثار جو ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرف منسوب ہیں۔ ہمارے زمانے کے گمراہ لوگ جو عالم کہلاتے ہیں ان کے لئے یہ آثار کھلونا بنے ہوئے ہیں وہ ان آثار سے وضعی قوانین کے جواز کی دلیل لیتے ہیں جو آجکل اسلامی ممالک میں وضع کیے جا رہے ہیں۔ دوسری جگہ اپنے بھائی احمد شاکر کا قول نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اس جیسے آثار کے بارے میں کہا ہے جو ابو مجلز وغیرہ سے تفسیر طبری میں منقول ہیں کہتے ہیں، اے اللہ میں گمراہی سے براءت کا اعلان کرتا ہوں۔

شکوک و شبہات پھیلانے والوں نے ہمارے اس دور میں ایسی گفتگو اور بحث کا آغاز کر دیا ہے جس کی وجہ سے حکمرانوں کو جواز مل رہا ہے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کے بجائے اور قوانین کو اپنائیں لوگوں کے مال، جان، عزت

میں اللہ کی شریعت کے بجائے اہل کفر کے قوانین کو اختیار کریں اور یہ سب کچھ اسلامی ممالک میں ہے۔ جب یہ حکمران (ابن عباس (رضی اللہ عنہ) وطاؤس (رحمۃ اللہ علیہ)) کے ان اقوال سے باخبر ہو جاتے ہیں تو وہ انہیں اس بات کی دلیل بنا لیتے ہیں کہ مال، جان، عزتوں کے فیصلے اللہ کی شریعت کے علاوہ انسانوں کے وضع کردہ قوانین کے مطابق کئے جاسکتے ہیں اور عوام کے لئے کیے جانے والے فیصلوں میں اللہ کی شریعت کی مخالفت سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ یہ آثار واقوال خوارج کے ساتھ مناظرے کے دوران کے ہیں جو اپنے زمانے کے حکمرانوں (علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما) کو کافر قرار دینا چاہتے تھے حالانکہ ان کا ایسا کوئی جرم نہیں تھا جسے دلیل بنالیا ہے کہ مال، جان وغیرہ کے فیصلے خلاف شریعت قانون کے مطابق بھی ہوسکتے ہیں تو یہ دلیل غلط ہے نہ ہی ایسا کوئی قانون بنایا جاسکتا ہے نہ ہی مسلمانوں پر لاگو کیا جاسکتا ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ کر اپنانا پڑے۔ اس طرح کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے اعراض وروگردانی ہے اور کافروں کے قوانین کو اللہ اور رسول اکے احکام پر ترجیح دینا ہے یہ ایسا کفر ہے کہ جس میں کسی اہل قبلہ کو شک نہیں ہے۔

کوئی بھی انصاف پسند شخص جو حق کا متلاشی ہو یہ سب کچھ جان لیتا ہے اور ان اقوال وآثار کے ورود کا محل اور وجہ بھی سمجھ جاتا ہے اور جن لوگوں کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا ان کے بارے میں معلوم کر لیتا ہے اور پھر اپنی عقل اور بصیرت سے کام لے تو جو بات ہم کر رہے ہیں کہ اللہ کے دین اور شریعت کے ہوتے ہوئے قانون بنانا یا اللہ کے احکام کو چھوڑ کر انسانوں کے بنائے ہوئے معمولی اور کمتر قوانین کو اپنانا انسانوں کی آراء وخواہشات کے پیچھے چلنا اور اللہ کے احکام، شریعت اور حدود کو چھوڑنا، ان سب پر غور کرتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ ان آثار واقوال کو لے کر موجودہ زمانے کے مرجئہ بہت بڑی واضح گمراہی پھیلا رہے ہیں تلبیس سے کام لے رہے ہیں کہ ان آثار کو اس جگہ اور اس مقصد کے لئے پیش کر رہے ہیں کہ جس کے لیے یہ نہیں تھے۔ یہ ان موجودہ مرجئہ کا بہت بڑا جرم ہے۔

کیا علی معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن کے بارے میں خوارج نے فتوے لگائے ہیں) کیا وہ خود کو اس بات کا مجاز سمجھتے تھے کہ وہ اللہ کی شریعت کے ہوتے ہوئے اپنی طرف سے قوانین بنائیں یا کفریہ دستور وآئین مرتب کریں جیسا کہ آج کل اسلامی ممالک کہلانے والوں میں عام رواج ہے؟ حاشا وکلا ایسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (نعوذ باللہ) قوم کی خواہشات اور اکثریت کی رائے کی مد نظر قوانین وضع کئے تھے؟ اور انہیں اللہ کے نازل کردہ پاکیزہ حدود کے بدلے میں رائج کیا تھا؟ صحابہ کرام اس الزام سے پاک ہیں وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتے صحابہ تو کیا اس زمانے کے عام

ان پڑھ لوگ بھی اس طرح کے صریح کفر کے بارے میں نہیں سوچ سکتے بلکہ اس زمانے کے بے وقوف اور پاگل بھی اس طرح کے کفر کے مرتکب نہیں ہو سکتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ صحابہ کرام تو وہ لوگ تھے جنہوں نے دین اسلام کی بلندی کے لئے صحراء کے ریت کو اپنے خون سے رنگین کیا۔ اگر اس زمانے میں کوئی شخص واقعی ایسی کوئی حرکت کرتا تو خوارج کبھی بھی غیر صریح دلائل سے انکار نہ کرتے اور ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (المائدہ:44) کے بجائے واضح اور ان صریح آیات سے دلیل لے کر اس کا رد کرتے جن میں قانون سازی کرنے والوں کو طاغوت اور رب کہا گیا ہے مثلاً

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ (الانعام:121)

"اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو گے۔"

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللهُ (شوریٰ:21)

"کیا ان کے ایسے شریک ہیں جو ان کے لئے دین میں سے ایسی شریعت بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی؟۔"

وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (کہف:26)

"وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔"

ایسے دلائل خوارج کو پیش کرنے چاہیے تھے جن میں کوئی ابہام نہیں تھا یا یہ آیت پیش کرتے۔

وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ (آل عمران:64)

"ہم ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ رب نہیں بنائیں گے۔"

یہ آیت بھی پیش کر سکتے تھے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ (التوبہ:31)

"اور انہوں نے اپنے علماء و درویشوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا ہے۔"

ان کے علاوہ بھی دلائل ہیں جو ایسے موقع پر پیش کیے جاسکتے تھے مگر یہ دلائل جس چیز پر دلالت کرتے ہیں وہ چیز سرے سے تھی ہی نہیں (یعنی کفر) اس لیے خوارج نے یہ آیات پیش نہیں کیں۔ اور اگر خوارج وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ............ سے مراد واقعی علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کا کفر لے رہے ہوتے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ سمجھ جاتے اس لیے کہ وہ حبر الامۃ ہیں امت کے بہت بڑے عالم قرآن کے مفسر آیتوں کے شان نزول کو اچھی طرح سمجھنے والے اور آیت ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ (انعام: 121) شانِ نزول کے راوی ہیں آیت کا معنی ہے۔ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ کچھ مشرک لوگ مسلمانوں سے اس بارے میں بحث کر رہے تھے کہ جو جانور جو تم خود ذبح کر لیتے ہو اسے حلال کہتے ہو اور جسے اللہ مار دے (یعنی مرا ہوا جانور) اسے حرام کہتے ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی اگر تم مسلمانوں نے ان مشرکوں کا کہا مانا تو تم مشرک ہو گے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ جو شخص قانون بناتا ہے یا ایسے قانون کی پیروی کرتا ہے وہ مشرک اور کافر ہے اس کے برعکس ظالم حکمران یا قاضی جو ہے تو ظالم مگر اللہ کے دین کے علاوہ کوئی دین یا شریعت اور قانون نہیں اپناتا اور نہ یہ حق خود کو یا کسی اور کو دیتا ہے ایسا شخص اگر کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرلے ظلم کے طور پر یا اپنی خواہش سے مغلوب ہو کر اس قانون کو اللہ کے قانون کا متبادل نہ سمجھتا ہو تو اس حاکم یا قاضی کو ظالم حکمران یا قاضی تو کہیں گے مگر کافر نہیں اس عمل یعنی غیر اللہ کے قانون کو اور اس پر عمل کرنے کو جائز نہ سمجھتا ہو اگر علی رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ ودیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فیصلہ کفریہ ہوتا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم ان پر کفر کا فتویٰ لگانے میں ایک لمحہ بھی دیر نہ کرتے اس لیے کہ یہ لوگ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ کوئی ایسا قانون و شریعت جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے بنانا ناجائز ہے یہ کفر ہی کفر ظلم ہی ظلم اور فسق ہی فسق ہے بلکہ صرف یہ دعویٰ کرنا کہ شریعت بنانے اور قانون بنانے کا اختیار مخلوق میں سے کسی کو حاصل ہے کسی حکمران کو، سردار کو، یا بادشاہ یا قوم یا کسی کمیٹی یا اسمبلی کو تو یہ دعویٰ بھی شرک اور بہت بڑا کفر ہے اگرچہ صرف دعویٰ ہو حقیقت میں جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے اس نے شریعت و قانون کبھی نہ بنایا ہو۔ یہ دعویٰ کرنے والا بھلے اس کے قانون کی اتباع کرتا ہو یا نہیں صرف دعویٰ کرنے سے ہی کافر و مشرک بن جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خوارج اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مابین جو واقعہ ہے وہ ہمارے اس موضوع سے متعلق نہیں ہے، دونوں میں فرق ہے لہٰذا ان دونوں علیحدہ علیحدہ موضوعات کو باہم خلط نہیں کرنا چاہیے اس طرح کرنے سے طاغوت اور ابلیس کی خوشنودی ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ان سب تفصیلات کے بعد بھی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی آخر انسان تھے معصوم عن الخطا نہیں تھے اس سے بھی غلطی ہو سکتی تھی اول تو ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بات کا ہمارے موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر بالفرض ہو بھی تو کیا ہم ایک انسان کی بات کو اللہ کے کلام پر ترجیح دیں گے؟ اور وہ بھی اہم ترین مسئلے یعنی توحید کے بارے میں جو تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد رہا، توحید کفر بالطاغوت کا ہی نام ہے کلمہ توحید کا نصف ہے

۔ہمیں امید ہے کہ ہمارا یہ تفصیلی جواب چھوٹے طلبہ کو بھی سمجھ آگیا ہو گا چہ جائیکہ علماء کہلانے والوں کو سمجھ میں نہ آئے؟ ہمارے دین میں حجت صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین و احکام ہیں۔

یہی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے جب حج تمتع پر پابندی کے لئے ان کے سامنے کسی نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا تو انہوں نے کہا تھا کہ تم لوگوں پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو جائے (بطور عذاب کے) کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنا رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا ہے۔ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا دامن اس الزام سے پاک ہے کہ وہ دین کے اصولوں میں کسی قسم کی ملاوٹ یا بے پرواہی یا مخالفت کا ارتکاب کریں گے وہ تو ترجمان القرآن ہیں مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کسی صحابی کا قول دین نہیں ہے دین میں نزاع کے وقت حجت نہیں ہے خاص کر جب یہ فرض کر لیا جائے کہ صحابی کا قول اللہ کے حکم سے معارض ہے یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے معارض ہے۔ہم نے بدیہی دلائل موجودہ زمانے کے مرجئہ کو سمجھانے اور نصیحت کے لئے پیش کر دیئے ہیں جو طواغیت کی حمایت میں مصروف ہیں۔اور مخلوق شریعت سازی میں اللہ کا شریک قرار دینے کے لئے ان کو رب بنانے کے لئے بطور دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول (کفر دون کفر) پیش کرتے ہیں۔

حرام کو عملاً حلال قرار دینا

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے میرا چچا حارث بن عمرو میرے پاس سے گذرا اور اس کے ہاتھ میں جھنڈا تھا جو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا میں نے اس سے پوچھا (کہ کہاں جا رہے ہو؟) انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تا کہ اس آدمی کی گردن کاٹ دوں جس نے اپنے باپ کی بیوہ سے شادی کی ہے۔

(احمد 4/292:، ابو داؤد: 4456، نسائی: 6/90، ابن ماجہ: 869/2۔ صححہ الالبانی)

اس حدیث کے ضمن میں ابن جریر (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں اس شخص کا یہ عمل اس بات کی دلیل تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہا ہے اللہ کی طرف سے لائی ہوئی شریعت کا انکار کر رہا ہے قرآن کی محکم آیت کو نہیں مان رہا ہے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا، اس شخص کے قتل اور گردن کاٹ دینے کا حکم اسلام سے مرتد ہونے والے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔(فتاویٰ ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ): 20/91) اس حدیث کی شرح میں امام طحاوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اس

شخص نے یہ شادی حلال سمجھ کر کی تھی جیسا کہ جاہلیت کے دور میں ان کا رواج تھا اس لیے وہ مرتد قرار پایا اور نبی ﷺ نے اسے وہی سزا دی جو مرتد کو دی جاتی ہے۔(شرح معانی:149 / 3)

رشید رضا فرماتے ہیں شریعت کا حقیقی انکار عملی انکار ہی ہے اس بات پر اچھی طرح غور کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر بھی توجہ دینی چاہئے کہ آج کل بینکوں کو سود وصول کرنے کا جو لائسنس دیا جاتا ہے بلکہ اس سودی کاروبار کو تحفظ فراہم کیا جاتا ہے یہ سب کچھ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے بلکہ مسلمانوں کی نگرانی میں ہو رہا ہے ایوان تجارت کے قوانین کی رو سے اس سودی نظام کا دفاع کیا جاتا ہے ایوان کے سربراہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قانون پر عمل درآمد کرائے اس سے بڑھ کر اور اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ حرام کو حلال سمجھنے کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے ؟

مذکورہ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے عبد العزیز العبد اللطیف نے اپنے رسالہ نواقض الایمان القولیہ والفعلیۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے معاشرہ پر نظر دوڑائیں جہاں انہوں نے سودی کاروبار کے مراکز قائم کر رکھے ہیں شراب اور بدکاری کے اڈے بنا رکھے ہیں اور ان تمام محرمات کو باقاعدہ لائسنس ملے ہوئے ہیں۔ حکومتوں کی طرف سے انہیں حفاظت اور مراعات حاصل ہیں اس طرح اس نظام کے نفاذ سے کافروں سے دوستی کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے جسے مشترکہ مفادات یا باہمی دلچسپی کے امور کہا جاتا ہے یہ سب اس غلیظ نظام کی نفاذ کی وجہ سے ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی مخالفت

جن امور پر مسلمانوں نے طواغیت سے تعاون جاری رکھا ہوا ہے ان میں سے ایک جہاد کی ممانعت اور اس کو ختم کرنا ہے اور مجاہدین کو سزاء دینے کے لئے قید وبند کی صعوبتیں ہیں جہاد کو دہشت گردی کہا جا رہا ہے۔ حالانکہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ کسی چیز یا عمل کے نام کی تبدیلی سے اس چیز یا عمل کی حقیقت تبدیل نہیں ہو جاتی۔

جہاد فی سبیل اللہ سے روکنا صریح کفر ہے

ایسا کرنے والوں سے قتال پر تمام علماء کا اتفاق ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔ جو بھی گروہ پنج وقتہ نمازوں سے روکے یا روزہ۔ حج سے منع کرے یا قتل کی حرمت مال غصب کرنے لوٹنے کی حرمت، شراب، زنا، جوا، محرمات سے نکاح کی حرمت سے منع کرے یا جہاد سے، اہل کتاب پر جزیہ مقرر کرنے سے یا دیگر واجبات جن کے انکار سے کفر لازم آتا ہے ان سے منع کرے جبکہ کوئی عذر بھی نہ ہو ان محرمات کے التزام میں تو ایسے گروہ سے جنگ کی جائے گی اگرچہ وہ ان کا اقرار ہی کیوں نہ کرتا ہو اس بات میں کسی عالم کو اختلاف نہیں ہے۔

جہاں تک فقہاء کے اختلاف کا تعلق ہے تو وہ (ان مذکورہ امور میں نہیں بلکہ) اس گروہ کے بارے میں ہے جو بعض سنتوں کے ترک پر اصرار کرے جیسا کہ فجر کی دو سنتیں ہیں، اذان ہے تکبیر ہے (یہ بھی ان فقہاء کے نزدیک ہے جو ان کو واجب نہیں سمجھتے) اس طرح دیگر شعائر کا معاملہ ہے اس میں اختلاف ہے کہ ان کو منع کرنے والے گروہ سے قتال اور جنگ ہو گی یا نہیں؟

جہاں تک واجبات اور مذکورہ محرمات کی بات ہے تو (ان سے روکنے والے گروہ سے) قتال کرنے میں کسی عالم نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ سنتوں کے ترک پر اصرار کرنے والوں سے اس لیے جنگ نہیں کی جائے گی کہ علمائے محققین کے نزدیک ایسے لوگ کافر اور باغی نہیں ہیں جیسا کہ اہل شام جناب علی رضی اللہ عنہ کی (امامت کے قائل نہ تھے) تو وہ ایک خاص امام کی امامت سے خروج کرنے والے تھے اور اس کی حکومت ختم کرنے کے لئے نکلے تھے (اس لیے انہیں باغی اور کافر نہیں کہا گیا)۔

جب کہ مذکورہ محرمات سے روکنے والے خارج عن الاسلام ہیں ان کو مانعین زکوٰۃ پر قیاس کیا جائے گا یہ خوارج کی طرح ہیں جن سے علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا یہی وجہ ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مختلف سلوک کیا جیسا کہ اہل بصرہ اور ہل شام اور اہل نہروان۔

اہل بصرہ اور اہل شام سے ایسا سلوک کیا جیسا ایک بھائی دوسرے بھائی سے کرتا ہے اور خوارج ے دوسرا سلوک کیا (اہل نہروان سے قتال کیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مانعین سے قتال علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے

قتال اس بات کی دلیل ہے کہ محرمات اور واجبات کو منع کرنے والوں سے قتال کیا جائے گا جبکہ اہل شام اور اہل بصرہ سے اختلاف ان جیسے واقعات کے بارے میں قتال وعدم قتال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین میں اختلاف تھا۔(مجموع الفتاویٰ:28/503-504)

جدید ارتداد

جدید دور کا ارتداد مشرکین کی مدد اور مسلمانوں کے خلاف ان سے تعاون ہے ہمارے اس دعویٰ کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے۔

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ (المائدہ:33)

''تم میں سے جس نے بھی ان (کفار ومشرکین) سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہوگا۔''

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا ساتھ دینا ان کی مدد کرنا کفر اور ارتداد ہے اسلام سے خروج ہے۔

علامہ عبد اللہ بن عبد اللطیف سے موالات اور تولّی کے بارے میں سوال کیا گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا تولّی کفر ہے اسلام سے خارج کرنے کا ذریعہ تولّی کا مطلب ہے مشرکین کا دفاع کرنا اپنے مال، جسم اور رائے سے ان کی مدد کرنا، ۲۲ جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ کو امریکہ پر ہونے والے حملوں نے وہ تمام حقائق ظاہر کر دیئے جو اکثر لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے طاغوت کا ساتھ دینے والے علماء سوء بھی اس حقیقت کے افشاء پر سیخ پا ہوگئے ہیں، منافقین باہم مل کر یہ گریہ وزاری کر رہے ہیں مسلمانوں کو امریکی غلامی کا درس دینے والے، مصلحتوں کا شکار ہونے والے بھی رسوائی کا شکار ہو چکے ہیں۔لوگوں کے سامنے بہت ہی شرمندہ ہوگئے ہیں اللہ نے ان کو رسوا کر دیا ہے اور مزید رسوا ہوں گے۔صدر بش نے ساری دنیا کے سامنے واضح کر دیا کہ افغانستان کے مسلمانوں کے ساتھ جو بدترین سلوک وہ کر رہا ہے یہ صلیبی جنگ ہے اس جنگ میں عرب کے مرتد بھی اپنے ہبل اور اپنے سب سے بڑے طاغوت امریکا کی حمایت میں کھڑے ہوگئے ہیں یہ ان کا ایسا طاغوت جس کے پاس یہ لوگ اپنے فیصلے لے جاتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر بعض عرب ممالک نے امریکہ کو (صلیبی جنگ میں) رعایتیں دیں۔کسی نے فضائی حدود فراہم کیں کسی نے کھل کر اعلان کیا کہ وہ افغان مجاہدین کے مقابلے ہیں امریکہ کے ساتھ ہے بعض ممالک نے امریکہ کی مدد کی اسے بہت زیادہ رقم فراہم کی بعض ممالک نے افغان سفیروں کو اپنے ملک سے نکال دیا۔بش ملعون نے واضح اعلان کیا کہ جو ہمارا ساتھ نہیں دے گا ہم اسے اپنے مخالفین اور دشمنوں میں

شمار کریں گے۔ ہر موحد کے لیے قابل غور مقام ہے کہ وہ دیکھے کہ ہمارے زمانے کے طاغوتوں نے جدید ارتداد کا کیسے ارتکاب کیا ہے اس فتنہ نے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ایک اسامہ بن لادن اور اس کے ساتھ وہم خیال ہیں دوسری قسم بش اور اس کے حواریوں کی ہے یعنی ایک گروہ مسلمانوں کا اور دوسرا صلیبیوں اور ان کے مددگاروں کا ہے۔ کسی کو ان مسلمانوں کے عمل کا جواز پیش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ صلیب کے مددگار نہیں ہیں اس لیے کہ یہ لوگ خود اقرار کر رہے ہیں کہ ہم بش کے ساتھی ہیں تو ان کی طرف سے وضاحتیں پیش کرنے والوں کی بات پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے؟ اس آزمائش کے بعد حق اور اہل حق کی پہچان ہو گئی ہے اور باطل اور اہل باطل بھی پہچان لیے گئے ہیں لہٰذا کسی عالم یا طالب علم کو ان طاغوت کا ساتھ دینے والوں کی طرف سے معذرت یا وضاحت نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ ان سے نفرت اور بغض اور دشمنی کا اعلان کرنا چاہیے۔

شیخ ناصر الفہد حفظہ اللہ نے اس موضوع پر بہت ہی عمدہ کتاب لکھی ہے جو اپنے موضوع پر لاجواب اور منفرد نوعیت کی کتاب ہے جس کا نام ہے 'التبیان فی کفر من اعان الامریکان' متلاشیان حق و صداقت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ہی مفید و پر از معلومات ثابت ہوگا اس میں کتاب و سنت اور معتبر علماء کے اقوال و آراء سے مضمون کو ثابت کیا گیا ہے۔ اس آزمائش کے بعد اور اس کتاب کے مطالعہ کے بعد بھی اگر کوئی شخص حق کو نہ پہچان سکا تو پھر کب پہچانے گا؟ کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر کام کے لیے کوئی نہ کوئی جواز ڈھونڈتے ہیں اگر ہمارے زمانے کے طاغوت اعلان کر دیں کہ ہم کافر ہیں تو یہ لوگ پھر بھی ان کے قول کی کوئی نہ کوئی توجیہ پیش کریں گے۔ ایسے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

علماء کے بارے میں رائے

کچھ جاہل قسم کے لوگ علماء کے بارے میں زہریلا پروپیگنڈا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ علماء کا خمیر ہی زہریلا ہے۔ ایسی باتوں پر تعجب ہوتا ہے۔ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ثابت نہیں کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے علماء کی ایسی برائی بیان کی ہو نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی رائے میرے علم میں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم علماء اور مبلغین سے محبت کرتے ہیں بشرطیکہ وہ علمائے توحید ہوں توحید کی دعوت دینے والے دین کی مدد کرنے والے ہوں مگر جب یہ لوگ حق سے پھر جائیں اور حق و اہل حق کی مدد چھوڑ دیں اور حق کو رسوا کریں حق کو چھپائیں تو ہم بھی پھر اپنی محبت سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں بلکہ ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں اس لیے کہ ہم لوگوں کو حق کے ذریعے سے پہچانتے ہیں حق کو لوگوں کے ذریعے سے نہیں۔

کسی بھی شخص کے عیوب بیان کرنا جسے عرف عام میں غیبت کہا جاتا ہے اس کے لئے کچھ ضوابط ہیں جیسا کہ امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے الاذکار ص304 میں لکھا ہے کہ غیبت کے چھ اسباب ہیں جن سے زیادہ تر کو علماء نے جائز قرار دیا ہے ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

① کسی ظالم کے خلاف شکایت کرنا۔

② کسی برائی کو ختم کرنے کے لئے مدد و تعاون حاصل کرنا (ایسے میں اس برائی کا تذکرہ کرنا ہو گا جو لوگ اس میں ملوث ہوں گے ان کا بھی نام آئے گا۔)

③ فتویٰ لیتے وقت اگر کسی کے بارے میں کچھ کہا جائے۔

④ مسلمانوں کو کسی شخص کے دھوکے سے بچانے کے لئے اس کی برائی بیان کرنا۔

⑤ سر عام فسق و بدعت کا ارتکاب کرنے والا۔

⑥ کسی شخص کی پہچان ہی کوئی عیب ہو جیسا لنگڑا، نابینا وغیرہ۔

یہود و نصاریٰ سے دوستی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (المجادلہ:22)

”آپ ایسی قوم کو نہیں پائیں گے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور پھر وہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ سے دشمنی کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں، بیٹے ہوں بھائی ہوں یا رشتہ دار ہوں ان لوگوں کے دلوں میں ایمان لکھ دیا گیا ہے اور روح قدس کے ذریعے ان کی تائید کی گئی ہے انہیں (اللہ) جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہے وہ اللہ سے راضی ہیں یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں یاد رکھو کہ اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللهَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ(المائدہ:51)

"ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جس نے بھی ان کو دوست بنایا وہ انہی میں سے ہو گا اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ (الممتحنہ:1)

"ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ کہ تم ان سے محبت کا برتاؤ کرتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔"

ہر موحد مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے زمانے کے طاغوت یہی ہیں کہ انہوں نے یہود ونصاریٰ سے مکمل طور پر دوستی کرلی ہے انہیں اپنے بھائی اور دوست بنالیا ہے انہیں اپنے گھروں میں داخل کردیا ہے (آج کل نبی ﷺ کے گھر حرمین شریفین کو تمام کفار، یہود، نصاریٰ، سکھ، ہندو وغیرہ سب کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا سب کو آنے کی اجازت دی گئی ہے جبکہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو جزیرۂ عرب میں دو دین ایک ساتھ نہیں رہ سکتے) انہیں کھلا رہے ہیں پلا رہے ہیں انہیں دنیا کے بہترین علاقے میں انہیں بسایا ہے انہیں مال دیا ہے۔ ان کو عزت دی احترام دیا اس سے بڑھ کر دوستی کیا ہو سکتی ہے۔ جب ہمارے زمانے کے طاغوتوں کے بارے میں معلوم ہو چکا تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان طاغوتوں کا انکار کرے اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى (البقرہ:256)

"جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔"

کفر بالطاغوت واجب ہے

اب ہم علماء کے اقوال پیش کررہے ہیں جن سے کفر بالطاغوت کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔ دین اسلام اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کے علاوہ عبادت کی جانے والے طاغوتوں سے براءت کا اعلان واظہار نہ کیا جائے۔

فَمَنۡ يَكۡفُرۡ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤۡمِنۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى (البقرہ:256,الدرر السنیة: 10/53)

"جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔"

ظلم اکبر اور ظلم اصغر کا فرق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کون سا ظلم بڑا ہے؟ کیا وہ کہ انسان زبان سے کوئی ایسا کلمہ ادا کرے یا طاغوت کی تعریف کرے تو اسلام سے خارج ہو جائے گا اگرچہ وہ نمازی اور روزے دار ہو یا وہ ظلم بڑا ہے کہ دیت ادا کرے۔ یا اللہ اسے معاف کر دے مگر اسلام سے خارج نہ ہو۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ (الدرر السنیة: 10/55) مزید فرماتے ہیں۔ سب سے پہلی چیز جو اللہ نے انسان پر فرض کی ہے وہ کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ ہے۔

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ

"ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو طاغوت سے اجتناب کرو۔" (النحل:36)، (الدرر السنیة: 1/161)

کتاب التوحید میں فرماتے ہیں: ساتواں مسئلہ، یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ اللہ کی عبادت تب صحیح شمار ہو گی جب طاغوت کا انکار کیا جائے۔ (فتح المجید، ص29)

اسی کتاب میں فرماتے ہیں: لا الہ الا اللہ کا تلفظ یعنی زبان سے ادا کرنا یا اس کا معنی جاننا کافی نہیں ہے نہ اس سے انسان کی جان ومال محفوظ قرار دی جا سکتی ہیں جب تک کہ وہ اس کے اقرار کے ساتھ ساتھ اللہ کے علاوہ عبادت کیے جانے والے معبودوں کا انکار نہ کر دے اگر اس میں شک کرے گا تو اس کا مال اور اس کی جان محفوظ نہیں ہو سکتی۔

شیخ سلیمان بن عبد اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: توحید کا مطلب اور لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ کی کیجائے نفع نقصان کا مالک صرف اللہ کو سمجھا جائے۔ اللہ کے علاوہ جس کی بھی عبادت کی جاتی ہے اس کا انکار کیا جائے اور اس سے بیزاری کا اعلان کیا جائے اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں سے بھی لا تعلقی کا اعلان کیا جائے۔ (تیسیر العزیز الحمید، ص152)

شیخ عبد الرحمن بن حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں: توحید ہر طاغوت کے انکار کا نام ہے اللہ کے علاوہ جس چیز کی بھی عبادت کی جاتی ہے اس کے انکار کو توحید کہتے ہیں توحید ہی ایمان کی بنیاد ہے اور ایمان پر تمام اعمال کی صحت کا دارومدار ہے اس کے بغیر اعمال برباد ہیں۔ (فتح المجید:393)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى (البقرہ:256)

"جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔"

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ بندہ لا الہ الا اللہ کو اپنانے والا اس وقت شمار ہو گا جب وہ طاغوت کا انکار کرے گا یہی وہ مضبوط کڑا ہے جو ٹوٹتا نہیں جس نے یہ عقیدہ نہیں رکھا وہ مسلمان نہیں ہے اس لیے کہ اس نے لا الہ الا اللہ کو نہیں اپنایا لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اچھی طرح غور و فکر کرے اور وہی عقیدہ اپنائے جو اسے اللہ کے عذاب سے بچائے یعنی لا الہ الا اللہ کے معنی کو نفی و اثبات کے ساتھ ثابت کرے۔ (الدرر السنیۃ:11/263)

شیخ سلیمان بن سمحان (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔ اللہ نے مضبوط کڑا طاغوت کے انکار کو کہا ہے اس آیت میں طاغوت کے انکار کو پہلے اور اللہ پر ایمان کو بعد میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ بعض دفعہ لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر طاغوت کا انکار نہیں کرتے اس طرح ان کا دعویٰ جھوٹا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (النحل:36)

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا(وہ ان سے کہتا تھا)اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔''

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تمام انبیاء کرام اسی لیے مبعوث کیے گئے تھے کہ وہ طاغوت سے لوگوں کو بچائیں اب جو شخص طاغوت سے اجتناب نہیں کرتا تو وہ تمام انبیاء کا مخالف ہے۔(الدرر السنیۃ:502/10)

کفر بالطاغوت کا مطلب؟

شیخ محمد بن عبدالوہاب(رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:طاغوت کے انکار کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ جس کے بارے میں بھی کوئی عقیدہ رکھا جاتا ہے جن ہو یا انسان ہو۔درخت ہو یا پتھر سب سے بیزاری کا اعلان کیا جائے اور اس کے گمراہ ہونے کافر ہونے کی گواہی دے اس سے نفرت کرے اگرچہ وہ بھائی یا باپ ہی کیوں نہ ہو۔اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں مگر قبروں اور مزاروں یا ان پر بنے ہوئے قبوں کے بارے میں کچھ نہیں کہتا ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتا تو ایسا شخص لا الہ الا اللہ کی گواہی میں جھوٹا ہے اس کا اللہ پر ایمان نہیں اور نہ ہی اس نے طاغوت کا انکار کیا ہے۔(مجموعۃ الرسائل والمسائل النجدیۃ:33/4)

شیخ فرماتے ہیں:کفر بالطاغوت کا مطلب ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھا جائے اسے چھوڑ دیا جائے اس سے نفرت کا اظہار کیا جائے طاغوت پرستوں سے دشمنی کی جائے۔اللہ پر ایمان کا معنی ہے یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ اکیلا ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ہر قسم کی عبادت صرف اللہ کے لئے خاص کر دی جائے اور ہر قسم کی عبادت کی غیر اللہ سے نفی کر دی جائے۔اور جو لوگ خالص اللہ کی عبادت کر رہے ہیں ان سے محبت رکھی جائے دوستی رکھی جائے۔مشرکوں سے نفرت و دشمنی رکھی جائے۔یہی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ دین ہے جس سے بے رغبتی و روگردانی کو اللہ نے بے وقوفی قرار دیا ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللهِ وَحْدَهُ (الممتحنۃ:4)

''تمہارے لیے ابراہیم ؑ اور ان کے ساتھی بہترین نمونہ ہیں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم بیزار ہیں تم سے اور تمہارے معبودوں سے جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو ہم تمہارے (اعمال) کا انکار کرتے ہیں ۔ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور نفرت ہمیشہ کے لئے ظاہر ہو گئی ہے جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔

شیخ سلیمان بن سمحان (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں۔طاغوت سے اجتناب کا مطلب ہے کہ دل میں نفرت وعداوت رکھنا اور زبان سے اس کی برائی بیان کرنا ہاتھ سے اسے مٹانا ہٹانا ختم کرنا اگر استطاعت ہو،اس سے علیحدگی اختیار کرنا۔جو شخص طاغوت سے اجتناب کا دعویٰ کرے مگر عملاً ایسا نہ کرے تو وہ اپنے دعویٰ میں سچا نہیں ہے۔(الدرر السنیۃ:10/502)

علماء سو سے التجا ہے

ان علماء سو سے التجا ہے جو طاغوت کے حمایتی ہیں اور گمراہ کرنے والے مبلغین سے التجا ہے جو لوگ موجودہ دور کے طاغوتوں کا دفاع کر رہے ہیں ان سے التجا ہے جو لوگ طاغوتوں کی حفاظت کر رہے ہیں ان سے التجا ہے۔جن لوگوں کے دلوں میں شک ہے جو ان طواغیت کی وجہ سے بے وقوف بن رہے ہیں جو ان کا قرب حاصل کر رہے ہیں جو ان کی خوشامد کر رہے ہیں جن کی بصیرت چھن گئی ہے ان سے التجا ہے کہ اللہ سے ڈرو،اس کی طرف رجوع کرو توحید کی طرف لوٹ آؤ دین کی طرف آجاؤ کب تک غفلت کی نیند سوتے رہو گے ؟کب تک دین کے ساتھ کھیلتے رہو گے ؟کیا تم نے آخرت کو بھلا کر صرف دنیاوی زندگی کو اپنا لیا ہے ۔اسی پر قناعت کر چکے ہو؟علماء سو اور گمراہی وکج روی کی طرف بلانے والو!حق کو باطل کے ساتھ خلط کرنے والو!اللہ نے تم سے عہد لیا ہے کہ۔

> وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ (آل عمران:187)
>
> ”جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی ہے کہ تم اسے لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اسے چھپاؤ گے نہیں مگر انہوں نے اسے پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے میں قیمت لے لی کہ بہت بری چیز ہے جو انہوں نے خریدی۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

> إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللاعِنُونَ (البقرہ:159)
>
> جو لوگ چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلائل اور ہدایت نازل کی ہے بعد اس کے کہ ہم نے لوگوں کے لیے وہ بیان کر دیئے تھے کتاب میں ان لوگوں پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔“

ایک اور جگہ فرمان ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلا أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلا النَّارَ وَلا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرہ:174)

''جو لوگ چھپاتے ہیں جو ہم نے ان پر کتاب میں نازل کیا ہے اور اس پر کم قیمت لیتے ہیں یہ لوگ اپنے پیٹ میں صرف آگ بھر رہے ہیں اللہ قیامت میں ان سے نہ بات کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

جو لوگ راہ حق سے بھٹک گئے ہیں اور حق بات کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ملت ابراہیم کو اپنانے کی توفیق انہیں نہیں ہے تو کم از کم باطل قول تو منہ سے نہ نکالا کریں۔ طاغوتوں کا ساتھ نہ دیں اس لیے کہ یہ مصلحت نہیں بلکہ ابلیس لعین کا راستہ اور طریقہ ہے جس نے ان لوگوں کو راہ حق سے گمراہ کر دیا ہے، اگر یہ لوگ حق کی راہ پر آنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ ملت ابراہیم کو اپنائیں لوگوں کے سامنے توحید بیان کریں طاغوتوں سے بیزاری کا اعلان کریں۔

عنقریب اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطان میں تمیز ہو جائے گی۔ حق و باطل کی پہچان ہو جائے گی اگر یہ لوگ حق کا ساتھ دینے کی استطاعت نہیں رکھتے تو کم از کم باطل سے تو علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ باطل قول و عمل سے تو اجتناب کر سکتے ہیں مساجد کے خطباء سے ہماری التجا ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں طواغیت کی تعریف کر کے عوام پر دین مشکوک و خلط نہ کریں اس لیے کہ یہ بہت بڑی خطاء و گمراہی ہے نہ لوگوں سے یہ کہیں کہ یہ طواغیت مسلمانوں کے معاملات کے نگہبان ہیں اس لیے کہ یہ جھوٹ اور بہتان ہے۔

جب ہم ان خطباء سے کہتے ہیں کہ ایسی باتیں مت کیا کرو تو یہ کہتے ہیں اگر ہم ایسا نہ کہیں تو ہمیں خطابت سے ہٹا دیا جائے گا اور فاسق و فسادی لوگ ہماری جگہ لے لیں گے اگر ایسی بات ہے تو پھر حق بیان کرو امت کو گمراہ مت کرو تم نے اللہ کے سامنے کھڑا ہو کر جواب دینا ہو گا لہٰذا صحیح توحید بیان کرو کفر بالطاغوت کی اہمیت واضح کرو ان کے سامنے ملت ابراہیم بیان کرو انہیں جہاد کی فضیلت بتاؤ شہادت کی اہمیت سے انہیں آگاہ کرو۔ یاد رکھو تمہاری اور تمہارے علماء کی خاموشی نے گمراہ کر دیا ہے۔ قنوت نازلہ پڑھا

کرو کہ آج امت کو اس کی شدید ضرورت ہے۔ دین کے دشمنوں کے لئے بد دعا کرو۔ طاغوت کے حمایتیوں کے لیے بد دعا کرنے سے ان کو غصہ آئے گا انہیں اس طرح تکلیف پہنچے گی۔

خاتمہ

مسلمان بھائیو میں نے آپ کے سامنے طاغوتوں کے افعال اور اصول بیان کر دیئے کیا اب بھی کسی بات میں شک وشبہ باقی ہے؟ کیا اب بھی ان سے بیزاری کے اعلان میں کوئی رکاوٹ ہے؟ طاغوتوں کی طرف سے جھگڑنا اللہ نے ممنوع قرار دیا ہے۔

وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا (النساء:105)

"خیانت کرنے والوں کا حمایتی مت بنو"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (النساء:109)

"یہ تم لوگ ہو کہ دنیا میں ان کی طرف سے جھگڑتے ہو قیامت میں ان کے لئے اللہ سے کون جھگڑا کرے گا؟"

مسلمان کو چاہیے کہ جب ان طاغوتوں کی مذمت کی جارہی ہو تو اپنے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نہ لائے یہ بات اچھی طرح یاد رکھے کہ یہ طاغوت کفر کے کئی دروازوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور جب کوئی شخص طاغوت کی حمایت کی وجہ سے آپ سے ناراض ہو یا علیحدگی اختیار کرے تو آپ کو برا نہیں منانا چاہیے اس لیے کہ ہمارے اسلاف بھی معصیت کو چھوڑ دیا کرتے تھے تو کوئی مسلمان کسی طاغوت کی حمایت کرنے والے کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے؟

اللہ سے دعا ہے کہ وہ توحید اور اہل توحید کی ہر جگہ مدد کرے اور تمام طاغوتوں کو ہلاک وتباہ کر دے ہمیں ان سے بیزاری وبرائت کی توفیق عطا فرمائے ان کے مددگاروں سے قطع تعلق کی طاقت عطا فرمائے۔ اے اللہ تو ہی ان کے ہبل اور بت امریکہ کو سزا دے تباہ کر دے تو ہی ان پر زلزلے اور تباہیاں نازل کر ان پر قحط وذلت نازل کر اے اللہ طاغوتوں کے قید خانوں سے ہمارے بھائیوں کو آزاد کرا دے اے اللہ ہمیں اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

وصلی اللہ علی نبیّنا محمد واصحابہ اجمعین۔



اخوانکم فی الاسلام:

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

Website: http://muwahideen.co.nr/
Email: salafi.man@live.com